۱

آلہ نشر الصَّوت شرک کے عقیدہ پر کاری ضرب ہے

(فرمودہ ۷؍ جنوری ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''اُس خدا کا بے انتہاء شکر ہے جس نے ہر زمانہ کے مطابق اپنے بندوں کیلئے سامان بہم پہنچائے ہیں۔ کبھی وہ زمانہ تھا کہ لوگوں کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک چل کر جانا بہت مشکل ہؤا کرتا تھا اور اس وجہ سے بہت بڑے اجتماع ہونے ناممکن تھے لیکن آج ریلوں، موٹروں، لاریوں، بسوں، ہوائی جہازوں اور عام بحری جہازوں کی ایجاد اور افراط کی وجہ سے ساری دُنیا کے لوگ بسہولت کثیر تعداد میں قلیل عرصہ میں ایک مقام پر جمع ہو سکتے ہیں اور اس وجہ سے موجودہ زمانہ میں کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ موجودہ زمانہ کے لحاظ سے عظیم الشان اجتماعات میں تقریر کرکے اپنی آواز تمام لوگوں تک پہنچا سکے۔

پس خدا نے جہاں اجتماع کے ذرائع بہم پہنچائے وہاں لوگوں تک آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی اُس نے ایجاد کروا دیا اور ہزاروں ہزار اور لاکھوں لاکھ شکر ہے اُس پروردگار کا جس نے اِس چھوٹی سی بستی میں جس کا چند سال پہلے کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا اپنے مامور کو مبعوث فرما کر اپنے وعدوں کے مطابق اس کو ہر قسم کی سہولتوں سے متمتع فرمایا یہاں تک کہ ہم اب ہم اپنی اس مسجد میں بھی وہ آلات دیکھتے ہیں جو لاہور میں بھی لوگوں کو عام طور پر میسر نہیں ہیں۔ آج اِس آلہ کی وجہ سے اگر اس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جائے تو ایک ہی وقت میں لاکھوں آدمیوں تک

بسہولت آواز پہنچائی جاسکتی ہے اور ابھی تو ابتداء ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اِس آلہ کی ترقی کہاں تک ہوگی۔ بالکل ممکن ہے اِس کو زیادہ وسعت دے کر ایسے ذرائع سے جو آج ہمارے علم میں بھی نہیں میلوں میل یا سینکڑوں میل تک آوازیں پہنچائی جاسکیں اور وائرلیس کے ذریعہ تو پہلے ہی ساری دنیا میں خبریں پہنچائی جاتی ہیں۔ پس اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہؤا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہوسکے گا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے، ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دِقتیں بھی ہمارے راستہ میں حائل ہیں لیکن اگر یہ تمام دِقتیں دُور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سُرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں ہی تمام دِقتیں دُور ہو جائیں گی۔ تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جارہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور آسٹریا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح اور تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس کے سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں آج اس آلہ کے لگائے جانے کی تقریب کے موقع پر سب سے بہتر مضمون یہی سمجھتا ہوں کہ میں شرک کے متعلق کچھ بیان کروں کیونکہ یہ آلہ بھی شرک کے موجبات میں سے بعض کو توڑنے کا باعث ہے۔

جو لوگ خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل نہیں یا جو لوگ بعض اور ذرائع کو بیچ میں لانا چاہتے ہیں، ان کے اس عقیدہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ ان کا دماغ یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھا کہ ایک ہستی ایسی بھی ہے جو سب دنیا کو دیکھ رہی اور سب لوگوں کی آوازوں کو سُن رہی ہے۔ پس وہ خیال کرتے تھے کہ بعض ایسے درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے جن میں خدائی طاقتیں تقسیم ہوں اور جو اپنی اپنی جگہ اُس کی طاقتوں کو استعمال کر رہے ہوں۔ اسلامی فلاسفروں نے بھی اِسی مقام پر آکر دھوکا کھایا ہے اور یورپین فلاسفر بھی اس دھوکا کا شکار ہوگئے اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی

کہ وہ خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اندازہ اپنی طاقتوں کے لحاظ سے کرتے تھے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ [1] ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا بلکہ انسانی طاقتوں پر خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا قیاس کرلیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انسان جب ایک طرف نگاہ کرتے ہیں تو دوسری طرف کی چیزیں انہیں نظر نہیں آتیں تو انہوں نے خیال کرلیا کہ خدا تعالیٰ کی نظر بھی محدود ہے۔ پھر جب انسانوں نے دیکھا کہ ہم ہر جگہ کی آواز ایک وقت میں نہیں سُن سکتے تو خیال کرلیا کہ خدا تعالیٰ بھی ہر جگہ کی آواز ایک وقت میں نہیں سُن سکتا۔

غرض انسانی طاقتوں پر خدائی طاقتوں کا جب انہوں نے قیاس کیا تو انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے بعض شریک مقرر کریں۔ اسی خیال کے نتیجہ میں فلسفیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کو کُلّی علم ہے جُزئی نہیں۔ یعنی اسے یہ تو پتہ ہے کہ انسان روٹی کھایا کرتا ہے مگر اسے یہ پتہ نہیں کہ زید اس وقت روٹی کھا رہا ہے۔ اُسے یہ تو علم ہے کہ انسانوں کے گھر میں بچے پیدا ہؤا کرتے ہیں مگر اسے یہ علم نہیں کہ اِس وقت زید یا بکر کے گھر میں بچہ پیدا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں میں اس نہایت ہی گندے اور خبیث عقیدہ کو رائج کرنے والا ابن رشد ہسپانوی ہؤا ہے۔ اس کی ذات عجیب قسم کے متضاد خیالات کا مجموعہ تھی۔ یہ بڑا فقیہہ بھی تھا اور اس نے فقہ کے متعلق بعض اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر قاضی بھی تھا اور ایک وسیع علاقہ پر اس کو قضاء کا اختیار تھا۔ گویا ایک قسم کا چیف جج تھا۔ پھر نمازیں بھی ادا کرلیا کرتا تھا بلکہ جب اس کے خلافِ اسلام عقائد کی وجہ سے بادشاہ نے اسے عُہدۂ قضاء سے برطرف کردیا اور مسلمانوں میں اس کے خلاف جوش پیدا ہؤا تو اُس وقت اُسے جو تکالیف پہنچیں اِن تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اور تکالیف کا مجھے اتنا رنج نہیں جتنا مجھے اِس بات کا ہے کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو لوگوں نے مجھے مسجد سے نکال دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو صرف رسمی نماز کی عادت نہیں تھی بلکہ وہ واقعی نماز کی اہمیت کو سمجھتا تھا۔ اب ایک طرف نماز کی اہمیت کو سمجھنا جس میں ہر شخص کو براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے اور جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر فرد کی آواز سنتا ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو کُلّی علم ہے جُزئی علم نہیں،

اتنی متضاد باتیں ہیں کہ انہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے اور دونوں میں سے ایک بات ضرور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں اس کی اپنی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر اس کی اپنی کتابوں میں یہ باتیں موجود نہ ہوتیں تو ہم سمجھتے کہ ابن رشد کی طرف جو فلسفہ منسوب کیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ مگر ابن رشد کا فلسفہ بھی اس کی اپنی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور دینداری کی باتیں بھی اس کی اپنی کتابوں میں موجود ہیں اور اس کی فقہ کی کتابیں آج تک مسلمانوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

غرض وہ متضاد خیالات کا مجموعہ تھا اور اسی کا یہ فلسفہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو مخلوق کا کُلّی علم ہے جُزئی نہیں۔ یورپ کے موجودہ فلسفہ پر اس کے فلسفہ کا نہایت گہرا اثر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا دادا یہودی سے مسلمان ہؤا تھا اور سپین اور فرانس کے یہودی علماء قومی تعلق کی وجہ سے اس کی کتابوں کا بہت درس دیا کرتے تھے اور چونکہ ابتداء میں علومِ جدیدہ کا رواج ہسپانیہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کے ذریعہ سے ہؤا ہے، اس لئے سارے سپین میں اس کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور سَو سال قبل تک بھی یورپ کی یونیورسٹیوں میں اس کی کتابیں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ اس لئے موجودہ فلسفہ بہت حد تک اس کے خیالات سے متأثر ہے۔

غرض یہ خیال کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کو نہیں جانتا اِس کی بنیاد اِسی امر پر ہے کہ انسان اپنی محدود طاقتوں سے خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اندازہ لگاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جب انسان ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا، جب انسان تمام دنیا کی آوازوں کو نہیں سن سکتا، تو خدا کس طرح تمام چیزوں کو دیکھ سکتا اور تمام آوازوں کو سُن سکتا ہے اور اس طرح وہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم اور خدا تعالیٰ کا دیکھنا اور خدا تعالیٰ کا سُننا سب انسانوں کی طرح ہے اور جس طرح انسان کو درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کو بھی درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے۔ مگر آج دیکھو! وہ کمزور انسان جو خدا تعالیٰ کی طاقتوں کو گِرا رہے تھے انہیں خدا نے کہا تم تو ہماری طاقتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آؤ میں تمہاری اپنی طاقتوں کو اُبھارتا اور تمہیں بتاتا ہوں کہ تم اپنی آواز کو کہاں کہاں تک پہنچا سکتے ہو اور تم کتنے دُور دُور مقام کی آواز بخوبی سن سکتے ہو۔ چنانچہ اُس نے وائرلیس ایجاد کروا کے بتا دیا کہ جب تمہارے جیسی ذلیل، ناپاک اور حقیر ہستی ساری دنیا کی

آوازیں وائرلیس کے ذریعہ سُن سکتی اور ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا سکتی ہے تو کیا وہ خدا جو تم کو پیدا کرنے والا ہے وہ تمہاری آوازیں نہیں سن سکتا۔ پس اسی فلسفہ کی تعلیم کے نتیجہ میں جن علوم نے ترقی کی، آج ان علوم کے ذریعہ جب انگلستان کا ایک ڈوم یا میراثی یا ایک گانے والی کنچنی جب ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا رہی ہوتی ہے تو فضا کی ہر حرکت اور آواز کی ہر جُنبش یورپ کے فلسفیوں پر قہقہے لگا رہی ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ کم بختو! اب بتاؤ کیا خدا ساری دنیا کی آوازیں نہیں سُن سکتا؟

اسی طرح اب دُوربینیں نکل چکی ہیں جن سے دُور دُور کی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں اور اب تو وائرلیس نے ترقی کرتے کرتے یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ شکلیں بھی دُور دُور تک دکھا دی جاتی ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ قریب زمانہ میں جرمن میں بیٹھا ہوا شخص جب انگلستان کے ایک شخص سے گفتگو کر رہا ہوگا تو نہ صرف اس کے الفاظ وہاں پہنچیں گے بلکہ ساتھ ہی اُس کی تصویر بھی آجائے گی اور یوں معلوم ہوگا گویا آمنے سامنے بیٹھ کر دونوں گفتگو کر رہے ہیں۔ اِس وقت بھی یورپ کے بعض ممالک میں ریڈیو کی ایک دوسری قسم عمل کر رہی ہے۔ جس میں آواز کے ساتھ وہاں کا نظارہ بھی آجاتا ہے مگر ابھی اس کا دائرہ عمل محدود ہے۔ سَو میل سے زیادہ ایسا نہیں کر سکتے۔

اس ایجاد کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ جب ترقی کر جائے گی تو دنیا بھر میں آواز کے ساتھ نظارے اور تصویریں بھی ایک ہی ساتھ پہنچائی جا سکیں گی۔ مثلاً انگلستان میں کوئی شاہی جلوس نکلا یا ولایت میں تاج پوشی کی تقریب ہوئی تو نہ صرف ہندوستان کے لوگ وہاں کے لوگوں کی آوازیں سُن سکیں گے بلکہ ساتھ کے ساتھ نظارہ بھی دیکھتے جائیں گے اور انہیں یوں معلوم ہوگا کہ گویا وہ لنڈن میں موجود ہیں۔ بادشاہ گزر رہا ہے اور اس کے ساتھ فلاں فلاں تزک و احتشام کا سامان ہے۔ اس کے متعلق وہاں تجربے شروع ہوگئے ہیں اور پچاس سَو میل کے اندر اس قسم کے نظارے دکھائے جانے شروع ہوگئے ہیں۔ گویا آواز کے ساتھ نظارہ کا انتقال بھی شروع ہو گیا ہے اور آئندہ ہندوستان یا چین یا جاپان میں بیٹھا ہوا شخص نہ صرف انگلستان کے لوگوں کی آوازیں سنے گا بلکہ وہاں کے نظارے بھی دیکھ سکے گا۔ وہ نہ صرف یہ سنے گا کہ فلاں شخص

لیکچر دے رہا ہے بلکہ اس شخص کو اور اس کے ارد گرد بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جائے گا اور دنیا تھوڑے ہی عرصہ میں اس قابل ہو جائے گی کہ نہ صرف لوگوں کی آوازیں سُنے بلکہ ان کی شکلیں بھی دیکھے اور ان کی حرکات کا بھی مشاہدہ کرے۔ پھر ٹیلیفون پر بھی اس قسم کے تجربے شروع ہو گئے ہیں کہ جب کوئی دو شخص ٹیلیفون پر آپس میں گفتگو کرنے لگیں تو معاً ان دونوں کی شکلیں بھی ایک دوسرے کے سامنے آجائیں۔ جب اس میں کامیابی ہو جائے گی تو اگر ایک شخص شملہ یا دہلی میں یا کلکتہ میں بیٹھا ہوا قادیان کے ایک شخص سے گفتگو کرے گا تو ادھر وہ بات شروع کریں گے اور ادھر وہ ایک دوسرے کی شکل بھی دیکھنے لگ جائیں گے اور انہیں اس طرح معلوم ہوگا جس طرح وہ دونوں پاس پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ تو وہ جو واہمہ پیدا ہو گیا تھا کہ خدا کس طرح ساری دنیا کو دیکھ سکتا ہے اور کس طرح ساری دنیا کی آوازیں سُن سکتا ہے، اِس ترقی نے اسے دُور کر دیا اور بتا دیا کہ جب معمولی انسان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی قابلیت رکھی ہے کہ وہ اپنی آواز تمام دنیا کو سنا سکتا ہے اور دنیا کے دوسرے کنارے کے آدمی کی بات کو بآسانی سن سکتا ہے اور نہ صرف آواز سن سکتا ہے بلکہ اس کی شکل بھی دیکھ سکتا ہے، تو کیا خدائے ذُوالجلال وَالْقُدْرَۃ جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہ ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا اور ہر شخص کی آواز نہیں سن سکتا؟ اور جب وہ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر شخص کی آواز سنتا ہے تو اس کیلئے کسی اور مددگار خدا کی کیا ضرورت رہی۔ وہ اکیلا ہی ساری دنیا پر حاوی ہے اور اکیلا ہی سب پر حکومت کر رہا ہے۔ پس نشر الصوت کے آلہ نے شرک کے عقیدہ پر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ خصوصاً اس شرک کے عقیدہ پر جو فلسفیوں کا پیدا کردہ ہے اور وہی درحقیقت علمی شرک ہے اور اس طرح وائرلیس اور لاؤڈ سپیکر نے خدا تعالیٰ کی طاقتوں کو محدود کرنے والے عقائد کو باطل کر کے رکھ دیا ہے۔

پس اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو رہی ہے، مومن پر جو اُن زمانوں میں بھی موحد کہلاتا تھا جبکہ انسان کی عقل ابھی پورے طور پر تیز نہیں تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو نہیں سمجھ سکتا تھا بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم سے پہلوں نے اُس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھا جبکہ ان کے سامنے اس کی توحید کو ثابت کرنے والے وہ سامان نہ تھے جو آج ہمارے

سامنے ہیں جبکہ وہ انسان کی طاقتوں کو نہایت ہی محدود دیکھتے تھے مگر آج ایتھر نے اور وائرلیس نے اور خوردبینوں نے اور دوربینوں نے انسان پر یہ بات ثابت کردی ہے کہ انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے جس کی طاقتیں محدود ہیں جب ایک جگہ پر بیٹھا ہؤا ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طاقت اور قوت محدود کس طرح ہوگئی۔ پس اس زمانہ میں ہماری ذمہ داری بہت زیادہ ہے اور ہمارے فرائض نہایت نازک ہیں مگر افسوس ان پر جو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ خدا تعالیٰ کا ایک نبی ہم میں آیا۔ اس کا ایک رسول ہم میں مبعوث ہوا اور اس کا ایک مامور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر ابھی کچھ اندھے ایسے موجود ہیں جو خدا تعالیٰ پر توکل کرنے کی بجائے انسانوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ حقیقتاً خدا تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔

مجھے افسوس ہے کہ ابھی ہماری جماعت میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے جس کی نگاہیں انسانوں پر اُٹھتی ہیں، جس کی نگاہیں اسباب پر جاتی ہیں اور جو انسانی طاقتوں اور قوتوں پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں اور جب بھی انہیں کوئی کام کرنا پڑتا ہے وہ انسانی طاقتوں میں اُلجھ کر رہ جاتے اور خدا تعالیٰ کی طاقتوں کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ اس طرح وہ باوجود ایمان لانے کے بے ایمان رہتے ہیں، باوجود توحید کا دعویٰ کرنے کے شرک کی غاروں میں گرے رہتے ہیں حالانکہ دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا نہیں آیا جس نے تمام اصلاحوں کے ساتھ ساتھ شرک کو دور کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ حضرت آدمؑ آئے اور اپنے زمانہ کے لحاظ سے وہ کئی مقاصد لے کر آئے۔ انہوں نے دنیا کو متمدن بنایا اور نظام کی پابندی کی عادت ڈالی مگر توحید کو انہوں نے بھی قائم کیا۔ پھر حضرت نوحؑ آئے تو اُس وقت انسانی دماغ اور زیادہ ترقی کر چکا تھا اور اس نے صفاتِ الٰہیہ کا ادراک کرنا شروع کردیا تھا اور اس فکر میں ٹھوکر کھا کر اُس نے شرک کا عقیدہ اخذ کرلیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی تعلیم میں توحید کی تعلیم کے علاوہ شرک کے خلاف بے انتہاء زور دیا اور روحانیت کی باریک راہیں بنی نوع انسان کو سکھائیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ آئے تو گو انہوں نے اور اصلاحات بھی کیں مگر شرک کے باریک حصوں کا انہوں نے بھی ردّ کیا کیونکہ آپ کے زمانہ میں شرک ایک فلسفی کا مضمون بن گیا تھا اور عقلوں پر فلسفہ کا غلبہ شروع ہوگیا تھا۔ پھر موسیٰؑ آئے تو وہ

ایک ایسا تفصیلی ہدایت نامہ لائے جس کا تعلق سیاست، روحانیت اور تمدن تینوں سے تھا مگر توحید کی اہمیت انہوں نے بھی بتائی اور شرک سے بچنے کی لوگوں کو تعلیم دی۔ پھر حضرت عیسیٰؑ آئے تو انہوں نے شریعت کی ظاہری پابندی کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ ظاہری پابندی تمہیں باطن کی اصلاح سے مستغنی نہیں کرسکتی۔ چنانچہ آپ نے ایک طرف جہاں موسوی احکام کو اپنی اصل شکل میں قائم کیا وہاں جو لوگ قشر کی اتباع کرنے والے تھے انہیں بتایا کہ اس ظاہر کا ایک باطن ہے اور اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو ظاہر لعنت بن جاتا ہے مگر اس کے ساتھ آپ نے شرک کو نہیں بھلایا اور اس سے بچنے کی لوگوں کو ہمیشہ نصیحت کی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے دنیا جہان کے مسئلے بیان کئے۔ آپ نے انسانوں کے آپس کے تعلقات پر روشنی ڈالی، آپ نے انسانوں کے اس تعلق پر روشنی ڈالی جو اس کا خدا سے ہوتا ہے، آپ نے مَردوں کے حقوق بیان کئے، آپ نے عورتوں کے حقوق بیان کئے، آپ نے بادشاہوں کے حقوق بیان کئے، آپ نے رعایا کے حقوق بیان کئے، آپ نے آقا کے حقوق بیان کئے، آپ نے نوکر کے حقوق بیان کئے، اسی طرح آپ نے وراثت کے مسئلے بیان کئے۔ تمدن کے مسئلے بیان کئے۔ معاشرت کے مسئلے بیان کئے۔ معاش کے مسئلے بیان کئے۔ غرض تمام مسائل آپ نے بیان کئے، مگر سب سے بلند اور سب سے بالا آپ کی تعلیم میں بھی یہی بات تھی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

پس یہ مسئلہ ہمارے مسئلوں کی جان ہے۔ یہ مسئلہ سارے مسئلوں کی رُوح ہے۔ یہ مسئلہ سارے مسئلوں کا مغز ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ قشر ہے، وہ چھلکے ہیں، وہ لوازمات ہیں، وہ ضمنی چیزیں ہیں۔ اصل جان اور روح اور مغز اور حقیقت توحید کا ہی مسئلہ ہے کیونکہ توحید ہی ہے جو خدا اور انسان میں محبت پیدا کرتی ہے اور جب تک یہ نہ ہو انسان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک انسان کی نظر کسی اور طرف بھی اُٹھتی رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کا کامل حُسن نہیں دیکھا کیونکہ حُسنِ کامل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان کی نظر اس کو دیکھ کر کسی اور طرف نہیں اُٹھتی۔ جب تک دنیا میں تمہیں اور بھی حسین نظر آئیں تم کبھی اِدھر دیکھو گے، کبھی اُدھر مگر جب تمہیں ایک ایسا حسین نظر آجائے گا جو اپنے حُسن میں کامل ہوگا تو پھر

تمہاری نظریں وہیں جم جائیں گی اور کسی دوسرے کی طرف نہیں اُٹھیں گی۔ یہی معنے توحید کے ہیں۔ یعنی مومن کو اللہ تعالیٰ کا حُسن ایسے کامل رنگ میں نظر آجائے کہ اس کے بعد خواہ دنیا جہان کی خوبصورت چیزیں اس کے سامنے پیش کی جائیں وہ نفرت اور حقارت سے اُنہیں ٹھکرادے اور کہے کہ مجھے جو کچھ ملنا تھا مل گیا، مجھے کسی اور کی جستجو نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے کا بھی محتاج بنایا ہے اور پینے کا بھی، سونے کا بھی اور جاگنے کا بھی، لیٹنے کا بھی اور چلنے پھرنے کا بھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں اور دوسرے تمام اعضاء میں لذت اور سرور کی ایک حِس رکھ دی ہے۔ چنانچہ اس کی زبان، اس کے کان، اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں اور اس کے جسم کے ہر حصہ میں خدا تعالیٰ نے لذت اور سرور کی حِس رکھی ہوئی ہے اور ان حِسّوں کے ذریعہ ہی وہ لاکھوں کروڑوں چیزوں سے لُطف اندوز ہوتا ہے اور آرام حاصل کرتا ہے۔ مگر توحید کا مقام یہ ہے کہ مومن ان ساری چیزوں کے باوجود خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہتا ہے اور یہ مزے اور آرام اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہم غور کریں تو حقیقتاً یہ تمام مزے اور لذتیں اور آرام اس لئے نہیں کہ یہ حقیقی لذتیں اور حقیقی آرام ہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ یہ ہمارے لئے ایک امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ خدا ہمارے لئے دنیا میں مزےدار چیزیں پیدا کرتا ہے اور ہماری زبان میں اس مزے کے چکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور پھر کہتا ہے اب میں دیکھوں گا تم اس مزے میں ہی محو ہو جاتے ہو یا میری محبت کا بھی کچھ خیال رکھتے ہو۔ وہ دنیا میں حسین ترین نظارے اور حسین ترین شکلیں پیدا کرتا ہے اور انسان کو آنکھیں دیتا ہے کہ وہ ان حُسنوں کو دیکھے اور ان سے لذت حاصل کرے۔ اور پھر کہتا ہے اب میں دیکھوں گا کہ ان حُسنوں کو دیکھ کر بھی تمہیں میری محبت یاد رہتی ہے یا نہیں۔ ایک نابینا اگر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا مجھے کوئی حسین نظر نہیں آتا تو اس کی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی کیونکہ اُس نے کب دُنیا کے حسین دیکھے کہ ان کو دیکھنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ کی محبت کو نہ بھُولا۔ ایک بہرا اگر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی آواز سے بڑھ کر مجھے اَور کوئی شیریں آواز معلوم نہیں ہوتی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بلند ہوئی، تو اُس کی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی کیونکہ کب اُس نے دنیا کی دلکش آوازیں

سُنیں کہ ان کے سُننے کے باوجود وہ خدا تعالیٰ کی آواز کا عاشق رہا۔ اگر وہ شخص جس کی زبان مفلوج ہے اور جو میٹھے کھٹے اور چٹپٹے کا فرق محسوس نہیں کرتی یہ کہتا ہے کہ مجھے حلال کھانے سے زیادہ اور کسی میں مزا محسوس نہیں ہوتا تو اُس کی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی۔ مگر وہ جس کی زبان ذائقہ کو خوب پہچانتی ہے وہ اگر یہ کہتا ہے کہ مجھے حلال کھانے سے زیادہ اور کسی میں مزہ نہیں آتا اور خدا تعالیٰ کی باتوں سے زیادہ حلاوت مجھے اور کسی چیز میں معلوم نہیں ہوتی۔ تو وہی کامل موَحِّد ہے اور اسی کی تعریف صحیح تعریف کہلانے کی مستحق ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے کان درست ہیں اور وہ لوگوں کی سُریلی اور دلکش آوازیں سنتے ہیں مگر باوجود اس کے وہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ آواز جو مجھے اس کے کلام سے آتی ہے وہی سُریلی اور وہی دلکش معلوم ہوتی ہے تو وہی ہے جس کی محبت کامل ہے۔ اسی طرح وہ شخص جس کی آنکھیں دنیا کے تمام حسین نظارے دیکھتی ہیں وہ اگر تمام خوبصورتی اور حُسن دیکھنے کے باوجود خدا تعالیٰ کی باتوں اور اس کے کلام میں ہی حُسن پاتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی حقیقی محبت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ساری چیزیں پیدا کیں تا وہ دیکھے کہ ان کے ہوتے ہوئے بندے اس کی خوبصورتی اور اس کے حُسن کی کیا قدر کرتے ہیں۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جاؤ اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جاؤ، جاؤ اور شادیاں کرو اور بچے پیدا کرو، جاؤ اور پیشے کرو، جاؤ اور حلال اور طیب رزق کھاؤ، اسی طرح اگر اس نے سُریلی اور دلکش آوازیں سننے کی اجازت دی ہے، عمدہ سے عمدہ خوشبوئیں سُونگھنے سے نہیں روکا، اچھے نظاروں کے دیکھنے کی ممانعت نہیں کی تو اسی لئے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم ان چیزوں کے حُسن میں خدا تعالیٰ کا حُسن کیونکر دیکھتے ہیں اور یہ چیزیں ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہیں یا اس کے قُرب کے راستہ سے دور پھینک دیتی ہیں۔

پس اے عزیزو! اپنے ایمان کی بنیاد توحیدِ کامل پر رکھو۔ انسانوں سے اپنی نظریں ہٹا لو اور خدا اور صرف خدا پر اپنی نظریں رکھو۔ یاد رکھو انبیاء کے ابتدائی زمانوں میں نبیوں کی جماعتوں سے بڑھ کر مقہور، ذلیل اور حقیر اور کوئی جماعت نہیں ہوتی۔ عالموں کی نظر میں اور جاہلوں کی نظر میں، امیروں کی نظر میں اور غریبوں کی نظر میں، بادشاہوں کی نظر میں اور رعایا کی نظر میں،

فلاسفروں کی نظر میں اور کُند ذہن اور بلید لوگوں کی نظر میں وہی سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتے ہیں اور صرف خدا ان کا دوست ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنا صرف ایک ہی دوست رکھتے ہوں اگر اُس سے بھی ان کی نگاہیں ہٹ جائیں اور اُس کی بجائے انسانوں پر وہ بھروسہ کرنے لگیں تو اس سے زیادہ ان کی بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے۔ پس آؤ کہ ہم خدا تعالیٰ پر توکل کریں اور آؤ کہ ہم اپنے خدا کو اپنا مقصود قرار دیں تا جس طرح ہماری زبانوں پر اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اسی طرح ہمارے دلوں اور دماغوں پر بھی یہی نقش ہو کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اس کے بعد میں قادیان کی جماعت کو اور باہر کی جماعتوں کو بھی اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اب تحریک جدید کے وعدوں کی میعاد میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ نومبر کے آخر میں مَیں نے یہ تحریک کی تھی اور اب جنوری ہے۔ گویا اس تحریک پر ڈیڑھ مہینہ کے قریب گزر چکا ہے اور ہماری طرف سے جو میعاد مقرر ہے اس میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ہندوستان کے لوگوں کیلئے سوائے بنگال اور مدراس کے کہ وہاں غیر زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان علاقوں میں اتنی جلد اس تحریک سے ہر شخص آگاہ نہیں ہوسکتا ۳۱ / جنوری آخری تاریخ ہے لیکن چونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بعض دوست ۳۱ / جنوری کی شام کو اپنا وعدہ لکھوائیں اور وہ خط یکم فروری کو ڈالا جائے اس لئے جس خط پر یکم فروری کی مُہر ہوگی اُسے بھی لے لیا جائے گا لیکن اس کے بعد کوئی وعدہ قبول نہیں کیا جائے گا اور چونکہ اس میعاد میں اب بہت قلیل دن رہ گئے ہیں اس لئے دوستوں کو بہت جلد وعدے لکھوا دینے چاہئیں۔ آج جنوری کی سات تاریخ ہے اور اِس مہینہ کے ۲۴ دن رہتے ہیں اور ۳۸۔۳۹ دن پہلے گزر چکے ہیں۔ گویا ساٹھ فیصدی سے زیادہ وقت گزر چکا ہے اور صرف چالیس فیصدی وقت باقی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تک اکثر جماعتوں نے اپنے وعدے نہیں بھجوائے اور ان جماعتوں میں بعض بڑی بڑی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ چند دن ہوئے دفتر کی طرف سے جو رپورٹ مجھے ملی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ صرف تیس فیصدی جماعتوں کے وعدے آئے ہیں اور ستّر فیصدی جماعتیں ابھی تک خاموش ہیں۔ قادیان میں سے اکثر وعدے اگرچہ آچکے ہیں مگر پھر بھی مکمل وعدے نہیں آئے۔ ابھی بعض محلے

ایسے باقی ہیں جنہوں نے پوری کوشش نہیں کی۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ نے بھی پوری کوشش کر کے عورتوں سے وعدے نہیں لکھوائے لیکن پھر بھی ایک معقول رقم قادیان والوں کی طرف سے پیش ہو چکی ہے۔

جنہوں نے سُستی کی ہے اور ابھی تک اپنے وعدے نہیں بھجوائے ان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جو وعدے آ چکے ہیں اور جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اخلاص کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ چنانچہ بہت سی جماعتوں نے اپنے تیسرے سال کے وعدہ سے بھی زیادہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے اور بہت سے افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے سال کے چندہ سے دوگنا بلکہ تگنا اور تیسرے سال سے بھی کچھ زیادہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل نہیں ہو سکے اور پیچھے رہ گئے ہیں، ان میں سے بعض کی حالت نمایاں طور پر قابلِ اعتراض ہے۔ چنانچہ بعض دوست اس دفعہ جلسہ پر آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ نے چونکہ خود چندہ نہیں دیا اس لئے جب اس تحریک کا ان سے ذکر ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں میاں یہ طَوعی چندہ ہے جس کی مرضی ہو اس میں حصہ لے اور جس کی مرضی ہو نہ لے۔ ایسے سیکرٹریوں اور پریذیڈنٹوں کو دیکھتے ہوئے میں نے پہلے سے دوستوں کو ہوشیار کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ جب وہ اپنے کسی سیکرٹری کو سُست دیکھیں تو اس کی جگہ کسی اور کو تحریک جدید کا سیکرٹری مقرر کر لیں اور اپنے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ کی غفلت اور سُستی کی وجہ سے ثواب کے اس موقع کو نہ کھوئیں۔ پس جس جس جگہ کی جماعتوں کے سیکرٹریوں نے اپنے فرائض کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں کی انہیں چاہئے کہ وہ اگر دیکھیں کہ ان کے سیکرٹری اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی کر رہے ہیں تو اُن کی بجائے کسی اور کو سیکرٹری مقرر کر دیں اور اگر ساری جماعت میں سے کوئی ایک ہی دوست ایسا ہے جو چُست ہے تو وہی آگے آ جائے اور اپنے آپ کو پریذیڈنٹ اور سیکرٹری تصور کر کے کام شروع کر دے کیونکہ خدا تعالیٰ کی دین بعض دفعہ ایسے رنگ میں آتی ہے کہ انسان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے پہلے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ کو اللہ تعالیٰ ثواب سے محروم رکھنا چاہتا ہو اور اب اس نئے شخص کو ثواب کا موقع دینا چاہتا ہو۔ پس وہ پیچھے نہ رہے بلکہ آگے آئے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی

مجلس کا سیکرٹری سمجھ لے۔

میں نے پچھلے سالوں میں بتایا تھا کہ قربانی وہی ہے جو انتہاء تک پہنچے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ فلاں شخص جس نے پہلے اتنا چندہ دیا تھا اُس نے چونکہ اس دفعہ چندہ نہیں لکھا یا اس لئے ہم بھی اس کی تقلید کریں۔ بہت لوگ بظاہر بڑے نیک ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ گر جانے والے ہوتے ہیں اور بہت لوگ بظاہر کمزور اور بے حقیقت نظر آتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں وہ بڑے طاقتور ہوتے ہیں۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم کہو جب فلاں شخص نے اِس کام کو نہیں کیا جو عُہدہ دار ہے تو ہم کیوں کریں۔ شاید خدا اب اسے گِرانے کا ارادہ رکھتا ہو اور تمہارے متعلق وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمہیں اُٹھائے اور بلند کرے۔

پھر یہ امر اچھی طرح یاد رکھو کہ قربانی وہی ہے جو موت تک جاتی ہے۔ پس جو آخر تک ثابت قدم رہتا ہے وہی ثواب بھی پاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پھر نئے دَور کو سات سال تک محدود کیوں رکھا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قربانیاں کئی رنگ میں کرنی پڑتی ہیں۔ موجودہ سکیم کو میں نے سات سال کیلئے مقرر کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض پیشگوئیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۴ء تک کا زمانہ ایسا ہے جس تک سلسلہ احمدیہ کی بعض موجودہ مشکلات جاری رہیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے حالات بھی پیدا کر دے گا کہ بعض قسم کے ابتلاء دور ہو جائیں گے اور اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے نشانات ظاہر ہو جائیں گے کہ جن کے نتیجہ میں بعض مقامات کی تبلیغی روکیں دُور ہو جائیں گی اور سلسلہ احمدیہ نہایت تیزی سے ترقی کرنے لگ جائے گا۔ پس میں نے چاہا کہ اس پیشگوئی کی جو آخری حد ہے یعنی ۱۹۴۴ء اُس وقت تک تحریک جدید کو لئے جاؤں اور جماعت سے قربانیوں کا مطالبہ کرتا چلا جاؤں تا آئندہ آنے والی مشکلات میں اسے ثبات حاصل ہو۔

پس آج میں پھر خصوصیت کے ساتھ تمام جماعتوں کو خواہ وہ بڑی جماعتیں ہیں یا چھوٹی قریب کی جماعتیں ہیں یا دور کی توجہ دلاتا ہوں کہ جلد سے جلد وہ اپنی لِسٹوں کو مکمل کر کے بھیج دیں۔ کیونکہ ہندوستان کی جماعتوں کیلئے جو آخری تاریخ مقرر ہے اس میں اب بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور کوشش کریں کہ اگر وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل نہیں ہو سکے تو کم از کم

پھسڈّی[2] بھی نہ رہیں اور اپنے اخلاص سے کام لیتے ہوئے قربانیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ ہندوستان سے باہر کی جماعتیں جن کو اپریل تک مُہلت حاصل ہے وہ تو اپنے وعدے بھجوا رہی ہیں مگر ہندوستان کی کئی جماعتیں جو بغل میں بیٹھی ہوئی ہیں وہ بالکل خاموش ہیں اور انہوں نے وعدے بھجوانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اگر افریقہ کے لوگ اس قسم کی چُستی دکھا سکتے ہیں اور ایسی جگہوں سے اپنے وعدے اِس عرصہ میں بھیج سکتے ہیں جہاں سے خط بھی پندرہ دن میں پہنچتا ہے تو کیا یہ افسوس اور شکوہ کی بات نہ ہوگی کہ پنجاب اور ہندوستان کی جماعتوں کے عہدیدار سُستی دکھائیں اور وہ خاموشی سے بیٹھے رہیں۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ۳۱/جنوری ۱۹۳۸ء تک انہیں مُہلت حاصل ہے مگر اس میعاد کے ابتدائی وقت میں شامل ہونے کی بجائے آخری وقت شامل ہونے کی کوشش کرنا بھی کوئی اچھی علامت نہیں۔ بے شک بہت جلدی بھی اچھی نہیں ہوتی اور ان لوگوں کو جو معمولی توجہ سے بیدار ہو سکتے ہیں ترک کر دینا کوئی خوبی نہیں مگر اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہے اور کہے کہ ابھی کافی وقت ہے۔ آخری تاریخ کو خط لکھ دیں گے۔ حیدرآباد کی جماعت کافی دور ہے مگر وہ بڑی جماعتوں میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے بہت جلد اپنے وعدے بھجوا دیئے ہیں۔ بیشک اس میں بھی بعض کمزور ہیں مگر ایسے بھی لوگ ہیں جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور وہاں سے جو چندہ آتا ہے وہ مقدار کے لحاظ سے بڑی بڑی جماعتوں کے چندوں کے برابر ہوتا ہے۔ وہاں سے یہاں پانچ دن میں خط آتا ہے۔ لیکن میری اس تحریک کے دسویں بارھویں دن حیدرآباد کی جماعت کے وعدوں کا بہت سا حصہ پہنچ چکا تھا۔

نومبر کے آخر میں مَیں نے یہ تحریک کی تھی اور ابھی اس تحریک پر دس بارہ روز نہیں گزرے تھے کہ اِس جماعت نے اپنے وعدہ کی لسٹ بھیج دی جو بہت حد تک مکمل تھی اور جو چند اَور دوست باقی رہتے تھے اُن کی لسٹ ۱۵۔۲۰ دسمبر تک پہنچ گئی۔ بلکہ پہلے انہوں نے بذریعہ تار اپنے وعدے بھجوائے اور پھر تفصیلی فہرستیں بعد میں بھیجیں۔ ان کی اِس سرگرمی اور اخلاص کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ پہلے سال انہوں نے چھتیس سَو روپیہ داخل کیا تھا مگر اس سال پہلے ۳۵سَو کی لسٹ بھیجی اور اب تک چار ہزار کی لسٹ بھجوا چکے ہیں اور ابھی کہہ رہے ہیں کہ اَور وعدے بھی بھجوائیں گے۔

تو اگر دُور کی جماعتیں اس عرصہ میں کام کرسکتی تھیں تو کیا وجہ ہے کہ قریب کی جماعتیں فہرست مکمل نہ کرسکیں اور اِس خیال میں بیٹھی رہیں کہ ابھی کافی وقت ہے۔ پس محض اس لئے سُستی کرنا کہ ۳۱؍ جنوری ۱۹۳۸ء تک ابھی کافی وقت ہے ایک خطرناک علامت ہے۔ جس کا نتیجہ بعض دفعہ یہ نکلتا ہے کہ انسان آخری وقت میں بھی شامل نہیں ہوسکتا اور ثواب حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو تین صحابی ایک جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے وہ اس لئے پیچھے رہے تھے کہ پہلے وہ خیال کرتے رہے کہ ابھی کافی وقت ہے ہم تیاری کرلیں گے۔ مگر آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیلئے چل پڑے اور چونکہ ان کی تیاری مکمل نہیں تھی اس لئے وہ محروم رہ گئے۔[۳] پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں وہ ہوشیار ہو جائیں اور اپنے اپنے وعدے جلد لکھ کر دفتر میں بھجوادیں اور جس جماعت کے دوست یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے سیکرٹری سُست ہیں میں انہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو ثواب کے مواقع آتے ہیں وہ سیکرٹریوں اور پریذیڈنٹوں کیلئے نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کیلئے ہوتے ہیں۔ پس وہ اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار سمجھتے ہوئے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ تصوّر کرلیں اور کام شروع کردیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی سیکرٹری اور وہی پریذیڈنٹ ہوں گے۔ پس تم دوسروں کے مونہوں کی طرف مت دیکھو۔ تم اپنی زبان کو خدا کی زبان اور اپنے ہاتھوں کو خدا کا ہاتھ سمجھو تا اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت سے شرک کو کُلّی طور پر دور کرکے توحیدِ کامل کا مقام ہمیں عطا کرے۔ ہمیں سچی قربانیوں کی توفیق دے اور ہم میں سے ہر شخص کا حوصلہ اتنا بڑھائے کہ وہ سمجھے کہ سلسلہ کی تمام ذمہ داریاں اُسی پر ہیں اور دوسروں کی سُستی ہماری چُستی کو دور کرنے والی نہ ہو بلکہ ہماری چستی دوسروں کی سُستی کو دور کرنے والی ہو۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ‘‘

(الفضل ۱۳؍ جنوری ۱۹۳۸ء)

۱؎ الانعام:۹۲

۲؎ پھسڈّی: پچھڑا ہوا۔ شکست خوردہ۔ آخری۔ ناقص۔ کم درجہ

۳؎ بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک